نقشِ آغاز راشد الحق سمیع حقانی

اسلحہ جمع کرنے کی حکومتی مہم یا امریکی اہداف کی تکمیل

تقریباً ایک مہینہ سے وفاقی حکومت نے ملک میں اسلحہ جمع کرنے کی مہم انتہائی تیزی سے شروع کر رکھی ہے اور اس میں ہمارے "نامور" وفاقی وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر اپنی روایتی دھمکیوں کے ساتھ میدان میں اتر آئے ہیں اور خصوصاً انہوں نے دینی طبقوں، جہادی تنظیموں اور اسلامی مدارس کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ مہم کس کو خوش کرنے کیلئے اور کس کے اشارے پر چلائی جا رہی ہے، اور اسکے اصل اہداف کیا ہیں؟ اور پھر اس کا براہ راست اثر کن مقاصد پر پڑے گا؟ یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ امریکہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کیلئے مسلمانان پاکستان میں جہادی جذبہ کی بیداری کو ایک بہت بڑی رکاوٹ اور خطرہ سمجھتا ہے اور امریکہ کی ہدایات پر پاکستان میں یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے کہ اس مہم کے ذریعے پاکستان میں کشمیر کے حوالے سے جہادی تحریکات کو بھی کمزور کیا جائے اور پاکستان میں طالبان طرز پر آنے والے اسلامی انقلاب کا راستہ بھی روکا جائے۔ ہتھیار جمع کرانے کی مہم کے بعد پاکستان کا ایٹمی اور میزائل پروگرام بھی بتدریج منجمد کیا جائے گا۔ کیونکہ دراصل عالم کفر کو پاکستانی پستول اور بندوق کے مقابلے میں ایٹم بم سے زیادہ خطرہ ہے (اسی لئے امریکہ نیشنل میزائل ڈیفنس پروگرام بنا رہا ہے۔) اور آخر میں انہیں مزید خوش کرنے کیلئے سی ٹی بی ٹی پر بھی دستخط کرائے جائیں گے اور اس طرح اسلحہ کے خلاف جاری مہم کی آڑ میں دینی مدارس کے تقدس کو بھی پامال کیا جائے گا کیونکہ اس مہم کی تہہ میں حکومت کا دراصل یہی فتور چھپا ہے لیکن ہم یہاں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ دینی مدارس میں کسی قسم کا اسلحہ یا دیگر تخریبی مواد نہ صرف موجود ہے بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حکومتی ایجنسیوں اور معین حیدر کو مدارس میں قلم کتاب کے علاوہ ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ البتہ انہیں پاکستانی یونیورسٹیز اور کالجز اسلحہ سے بھرے ملیں گے۔

دراصل اس مہم کو چلانے کی ضرورت حکومت کو اس لئے پیش آئی کہ حکومت اپنے اہداف 'اقتصادی صورتحال کی بہتری اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اور اب یہ اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے دینی حلقوں اور جہادی تنظیموں پر ملبہ ڈالنا چاہتی ہے۔ لیکن اس سے حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں: آئے دن اخبارات میں دن دھاڑے قتل

عام اور ڈاکوؤں کی چیرہ دستیوں کی خبریں آرہی ہیں چنانچہ اسلحہ جمع کرانے کی اس مہم کے دوران ۱۳ جون کو گورنر سرحد کے خصوصی سیکرٹری کو دیگر افراد کے ہمراہ سڑک سے اغوا کیا گیا۔ پھر اتوار ۱۷ جون ۲۰۰۱ء کے اخبارات میں جلی سرخیوں سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ صوبائی دارالحکومت پشاور کے گنجان علاقے کاشکال میں رات تو دس بجے ڈاکوؤں نے معروف تاجر کو اس کی اہلیہ اور بیٹی سمیت نہ صرف ذبح کیا بلکہ واردات کے بعد کافی دیر تک ہوائی فائرنگ بھی کرتے رہے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل پشاور ہی کے ماڈرن ایریا حیات آباد میں دن دیہاڑے ایک معروف سماجی و روحانی شخصیت کے خاندان کو نہ صرف اغوا کیا گیا بلکہ اس کی اہلیہ کو بھی جان سے مار دیا گیا۔ اب محترم وزیر داخلہ صاحب بتائیں کہ ان ابتر اور ناگفتہ بہ حالات میں عوام اپنے دفاع اور عزت نفس کی حفاظت کے حق سے بھی امریکی ایجنڈے کی خاطر دستبردار ہو جائیں؟ اور خود کو ڈاکوؤں اور قاتلوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں آخر یہ کہاں کا انصاف ہے؟ امن و امان قائم رکھنے والے ادارے اور خصوصاً محکمہ پولیس کی ناکامی کے بعد عوام کا اسلحہ جمع کرانا اور ان پر اعتماد کرنا کہاں ممکن ہے۔ ع ایں خیال است و محال است و جنوں

ہمارے ملک کے اربابِ اقتدار کی عقل پر بس صرف رو یا جاسکتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے:

سگ ہا را کشاد ند و سنگہا را بستند یعنی کتوں کو کھلا چھوڑا گیا ہے اور پتھروں کو باندھا گیا ہے

ہتھیار جمع کرانے کی آخری تاریخ ۲۰ جون کے بعد یعنی اگر ملک میں قتل' اغوا یا ڈکیتی کا کوئی واقعہ پیش آیا تو پھر اس کی ذمہ داری براہ راست پاکستانی حکام' محکمہ پولیس اور وزیر داخلہ پر عائد ہوگی اور وہی جواب دہ اور مجرم سمجھیں جائیں گے۔ اصولاً حکومت کو یہاں تحریک طالبان کی طرح مکمل امن و امان قائم کرنا چاہیے تھا اس کے ساتھ انہیں ایک مکمل لائحہ عمل طے کر کے عوام کا اعتماد بحال کرنا چاہیے تھا اگر پولیس اور حکومت عوام کو صحیح تحفظ فراہم کرتی اور اچھی کارکردگی دکھاتی اور انہیں عدالتوں سے صحیح انصاف بھی فراہم ہوتا تو پاکستان کے پرامن شہری کبھی بھی ہتھیار نہ خریدتے اور نہ اپنے پاس رکھتے۔ لیکن اس طوائف الملوکی' حکومت کی ناکامی اور احساسِ عدم تحفظ کے پیش نظر وہ مجبور ہیں اور پھر شریعت پاکستانی آئین اور بین الاقوامی چارٹر بھی اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہر کوئی اپنی حفاظت کیلئے اپنے پاس اسلحہ رکھ سکتا ہے۔ امریکہ اور مغرب سمیت دنیا کے کئی ترقی یافتہ ممالک میں یہ حق عوام کو میسر ہے۔ اور پھر اسلامی تعلیمات کا تو یہی تقاضا ہے کہ مسلمان ہر وقت جہاد کیلئے تیار رہیں' مبادا اچانک کوئی حادثہ یا دشمن ملک حملہ آور ہو سکتا ہے اس کی مثال ماضی میں کشمیر کا جہاد ہے جس میں قبائلیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی پاکستانی افواج کے ساتھ شانہ بشانہ لڑے۔

اس لئے ہماری حکومت سے اپیل ہے کہ وہ امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے بجائے خدا اور خلق خدا کو خوش کرنے کا عہد کرے اور ملک میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال' دن بدن بڑھتی ہوئی مہنگائی'

اقتصادی اور معیشت کی خراب حالت زار کو بہتر بنانے اور اپنے سات نکاتی ایجنڈے کی تکمیل پر توجہ مرکوز کرے۔ اسی میں پاکستانی عوام کی بہتری اور آپ کی حکومت کی نیک نامی ہے۔

نامور علمی شخصیت صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کی جدائی

ماہ رواں علمی حلقوں اور خصوصاً اسلامی صحافت کے لئے ایک بڑا حادثہ اپنے اندر پنہاں لایا' ہمارے ملک کے نامور ادیب' ممتاز صحافی' صاحب طرز کالم نگار اور ماہنامہ ''تسخیر'' کے ایڈیٹر صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی اچانک ہم سب کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے کوچہ عدم کے راہی ہوئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

دست قضاء نے آسمان علم و فضل کا ایک اور روشن آفتاب ہم سے چھین لیا جو کہ اس وقت اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ گیلانی صاحب کی وفات سے وہ قلم بھی ہمیشہ کے لئے سوکھ گیا جو امت کے غم میں ہر وقت پُر نم رہتا اور اس بے چین دل کی دھڑکنیں بھی رک گئیں جس کی رفتار کے باعث آپ کے قارئین اور مداحوں کے دلوں میں نئے ولولے اور دھڑکنیں جواں ہوتیں' آپ کے قلم کے سحر کے شکار نہ صرف ہم جیسے طفلان مکتب تھے بلکہ بڑے بڑے خواص اور علمی شخصیتیں بھی آپ کی تحریر کی گرویدہ تھیں آپ کے فکر و تخیل کی بلندی ہمدوش ثریا تھی اور خیالات وافکار کی وسعت و پختگی موجودہ زمانے میں کمیاب تھی آپ کی تحریر تنوع مضامین جامعیت' فصاحت وبلاغت استعارات و تلمیحات اور عقل و خرد کا موقع ہوتی تھی جس میں الفاظ و معانی کا صحیح استعمال' جملوں کی ترتیب کا خیال اور پورے سلیقہ کے ساتھ اشعار کے بر محل اظہار کا ایک پر کیف امتزاج ہوتا۔ آپ کی شخصیت کے کئی پہلو تھے اور مختلف شعبوں میں آپ کی گوناں گوں خدمات رہی ہیں۔

آپ کئی سال سے کینسر جیسے جان لیوا مرض کے شکار تھے لیکن پھر بھی آپ نے ہمت نہیں ہاری اور برابر قلم و قرطاس اور علم ادب سے وابستہ رہے۔ آخر کار مرض پوری طرح بے قابو ہو گیا اور آپ نے لاہور کے ایک مقامی ہسپتال میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ ع اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

آپ ہمارے بہت ہی مشفق اور مہربان تھے۔ ہمارے ''الحق'' کے خصوصی نمبر ''اکیسویں صدی کے چیلنجر اور عالم اسلام'' کیلئے راقم کی معمولی درخواست پر آپ نے ایک گراں قدر علمی اور تحقیقی مقالہ لکھ کر ہمیں فوراً ارسال کیا۔ جس میں آپ نے جگر سوزی اور دردِ دل کے ساتھ امت مسلمہ کی موجودہ حالت زار اور علماً کی بے اتفاقی پر اشک ہائے درد بہائے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اتحاد امت کے نہ صرف علمبردار بلکہ یہ آپ کے دل کی ایک بڑی خواہش بھی تھی۔